مفہومِ قرآن
بدلنے کی وارداتیں
حصہ دوئم
افادات
علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی
پی ایچ ڈی بغداد یونیورسٹی
اویسی بک سٹال
جامع مسجد رضائے مجتبیٰ ایکس بلاک پیپلز کالونی گوجرانوالہ
0333-8173630

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مفہوم قرآن بدلنے کی واردات

(حصّہ دوم)

افادات

علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

(فاضل جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف۔ فاضل بغداد یونیورسٹی)

0333-8173630

ناشر: اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ ایکس بلاک پیپلز کالونی گوجرانوالہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہ

نام کتاب .... مفہوم قرآن بدلنے کی واردات (حصہ دوم)
افادات .... علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب
تاریخ اشاعت اول .... جون ۲۰۰۵ء
مرتب .... محمد نعیم اللہ خاں قادری
کمپوزنگ .... رضوی کمپوزنگ سنٹر مکتبہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ
صفحات ۴۸
تعداد .... گیارہ سو
ہدیہ .... 20 روپے
ناشر .... اویسی بک سٹال پیپلز کالونی گوجرانوالہ
باہتمام .... شیخ محمد سرور اویسی 0333-8173630

ملنے کا پتے :

- ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور
- شبیر برادرز لاہور
- مکتبہ جمال کرم لاہور
- رضا واراٹی لاہور
- فرید بک سٹال لاہور
- مسلم کتابوی لاہور
- پروگریسو بکس لاہور
- مکتبہ نبویہ لاہور
- سنی کتب خانہ لاہور
- مکتبہ قادریہ گوجرانوالہ
- مکتبہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ
- مکتبہ مہریہ رضویہ ڈسکہ

جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر اسلام

مومن پورہ داروغہ والا لاہور

الانتساب

شیخ المحدثین، جنیدِ زمان، حافظ الحدیث امام العصر

حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ نقشبندی قادری، نور اللہ مرقدہ

کے نام جنہوں نے جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف ایسی علمی روحانی

اور ملی تحریک کے ذریعے مجھ جیسے ہزاروں افراد کو خدمت دین کے لئے

تیار کیا۔

محمد اشرف آصف جلالی

مفہوم قرآن بدلنے کی خطرناک واردات

(حصہ دوم)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِی شَرَّفَنَا بِصِیَامِ شَھۡرِ رَمَضَانَ وَ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡقُرۡآنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی حَبِیۡبِہٖ، مَحۡبُوۡبِ الۡاِنۡسِ وَ الۡجَانِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصۡحَابِہٖ فِیۡ کُلِّ حِیۡنٍ وَّ آن اَمَّا بَعۡدُ!

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ھُدًی لِّلنَّاسِ، صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمُ وَ صَدَقَ رَسُوۡلُہُ النَّبِیُّ الۡکَرِیۡمُ الۡاَمِیۡنُ۔

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَ سَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا۝

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیۡکَ یَا سَیِّدِیۡ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہ

وَ عَلٰی اٰلِکَ وَاَصۡحَابِکَ یَا سَیِّدِیۡ یَا حَبِیۡبَ اللّٰہ

مَوۡلَایَ صَلِّ وَ سَلِّمۡ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیۡبِکَ خَیۡرِ الۡخَلۡقِ کُلِّھِمٖ

ھُوَ الۡحَبِیۡبُ الَّذِیۡ تُرۡجٰی شَفَاعَتُہٗ

لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْأَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيْكٍ فِيْ مَحَاسِنِهٖ

فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيْهِ غَيْرُ مُنْقَسِمِ

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ و عم نوالہ و اتم برھانہ و اعظم شانہ کی حمد وثناء اور حضور پر نور شافع یوم النشور، دستگیر جہاں، غمگسار زماں، سید سروراں حامی بیکساں، خدا تعالیٰ کے حبیب دو جہاں کے طبیب، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں ھدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد۔

محترم سامعین! ماہ رمضان المبارک کی بخشش کا خصوصی عشرہ اپنی سعادتوں کے ہمراہ فرزندان اسلام کو نواز رہا ہے۔ رمضان المبارک کا دوسرا جمعۃ المبارک ہے ہم سب حالت روزہ میں اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہیں۔ دعا ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ ہماری اس نہایت اہم حاضری کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

محترم سامعین! گذشتہ رمضان المبارک میں ایک نہایت اہم فکری موضوع ''مفہوم قرآن بدلنے کی خطرناک واردات'' پر گفتگو آپ نے سماعت فرمائی۔ اس کا ایک حصہ آپ نے سنا۔ ملک کے طول وعرض میں اس کے کیسٹ پہنچے اور بہت اطراف سے اسی موضوع پر دوسری قسط کا مطالبہ کیا جاتا رہا۔ اللہ کے فضل وکرم سے ایک سال کے وقفے کے بعد

آج اس موضوع ''مفہوم قرآن بدلنے کی خطرناک واردات'' کی دوسری قسط آپ حضرات کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ دعا ہے خالق کائنات جل جلالہٗ الفاظ کو تاثیر، انداز کو حسن اور بات کو سمجھنے سمجھانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

پچھلے سال جو اس موضوع پر گفتگو ہوئی۔ شاید آپ میں سے کچھ حضرات وہ کیسٹ سن کے آئے ہوں۔ موضوع کا تعارف تو آپ کے ذہن میں موجود ہے کہ قرآن مجید برہان رشید جو کتاب ہدایت ہے اور جسے ھدی للناس کہا گیا ہے وہ تمام انسانیت کے لئے ہدایت ہے، تمام طبقات کے لئے ہدایت ہے۔ کوئی انسان دنیا کے کسی بھی کونے میں بستا ہے، اس کا تعلق سوچ کے کسی بھی طبقہ کے ساتھ ہے، قرآن مجید میں اس کے لئے ہدایت موجود ہے اور قرآن مجید اسے راہ حق کی طرف بلاتا ہے۔

المختصر شمال و جنوب، مشرق و مغرب، عرب و عجم ہر طرف قرآن مجید برہان رشید کی ہدایت موجود ہے اور قرآن مجید ہر بندے کے لئے حق کی طرف راہنمائی کر رہا ہے۔

قرآن مجید برہان رشید سے کچھ لوگوں نے اپنے غلط مقاصد پورے کرنے کے لئے استدلال کیے۔ ان میں سے کچھ تو سہواً غلطی کر گئے اور کچھ جان بوجھ کے اپنی حرص اور خواہش کے لئے قرآن مجید برہان رشید کی آیات کو غلط اسلوب میں استعمال کرتے رہے اور وہ قرآن مجید برہان رشید کے اندر معنوی تحریف کے مرتکب ہوئے۔ انہوں نے ترجمہ

قرآن مجید میں غلطیاں کیں اور اس طرح بگاڑ کی ایک صورت سامنے آئی۔

ہمارا یہ موضوع ترجمہ کی غلطی سے متعلق نہیں ہے۔ ایک سوجھ بوجھ رکھنے والا انسان جو قرآن مجید پڑھتا رہتا ہے اور اس کے ساتھ قرآن مجید کے ترجمہ سے بھی کچھ آگاہی اور واقفیت رکھتا ہے تو وہ تقابلی طور پر ترجے کی ان غلطیوں سے مطلع ہو جاتا ہے۔ لیکن قرآن مجید کے ترجمہ کی غلطی سے ایک اگلا مقام ہے اور وہ ہے مفہوم قرآن مجید میں غلطی کرنا یعنی قرآن مجید برہان رشید کی آیت / آیات کا ترجمہ صحیح کرنا لیکن اپنا غلط مقصد نکالنا۔ وہ اس کو ایسے تناظر میں بیان کرتا ہے کہ جس سے اس کا اپنا مقصد ثابت ہو جائے۔ جس طرح کہ کوئی شخص کسی کو کسی بات کا چکمہ دیتا ہے، لفظوں میں اس بات کا ذکر نہیں کرتا۔ اپنی ہیئت کذائی سے، اپنی حالت اور کیفیت سے، اپنے اشاروں سے اس بات کا اظہار کرتا ہے حالانکہ بات اس واقعہ میں موجود نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ اسے اپنی زبان سے کہہ رہا ہوتا ہے لیکن مخاطب اس کے غلط مطلب کو سمجھتا ہے اور اس سے فریب کھا جاتا ہے اس طرح اسے غلطی لگ جاتی ہے۔

قرآن مجید برہان رشید کو بھی کچھ لوگوں نے ایسے ہی تناظر میں استعمال کیا۔ آیات کو صحیح پڑھا، ترجمہ بھی صحیح کیا لیکن قرآن مجید برہان رشید سے جو انہوں نے ثابت کرنا چاہا، قرآن مجید کی مرضی کے خلاف جو مفہوم لینا چاہا، وہ ان کا خودساختہ مفہوم تھا۔ اس مفہوم کی غلطی کی بہت سی مثالیں

پچھلی قسط میں آئیں۔

خوارج جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں نکلے، جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ کافر قرار دیا۔ انہوں نے یہ کفر کا فتویٰ قرآن مجید کی آیت پڑھ کر لگایا۔ انہوں نے کہا

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ

ان کا نعرہ تھا کہ حکم صرف اللہ کا ہے، فیصلہ صرف اسی کا ہے۔ چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کرتے ہوئے غیر اللہ کو حکم مان لیا، غیر اللہ کو فیصل مان لیا، لہذا انہوں نے قرآن مجید کی مخالفت کی ہے۔

قرآن مجید میں حصر کیا گیا تھا کہ حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اس کی مخالفت کرنے کی وجہ سے معاذ اللہ یہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے ہیں۔ اس طرح انہوں نے قرآن مجید کی آیت سے ایک صحابی رسول ﷺ، ایک خلیفۃ الرسول اور امیر المومنین کو کافر ثابت کرنے کی کوشش کی حالانکہ آپ کا ایمان، آپ کا عقیدہ، سارے کا سارا روز روشن کی طرح عیاں تھا اور عیاں ہے۔ خارجیوں نے قرآن مجید کی آیت پڑھ کے غلط مفہوم نکالا جس کی وجہ سے بہت سا بگاڑ پیدا ہوا اور بالآخر قتال کی صورت میں ان کی تحریک کو ختم کر دیا گیا۔ یہ ساری باتیں تفصیل کے ساتھ پچھلے بیان میں آ چکی ہیں۔ آج ہم قرآن مجید برہان رشید سے کچھ مزید مثالیں سامنے لائیں گے اور پھر موجودہ دور کے اندر جو لوگ

فکری طور پر اس جرم میں ملوث ہیں ان کی نقاب کشائی کریں گے۔ ہم ان چند مثالوں سے ثابت کریں گے کہ بہت سے ایسے مسائل جنہیں بظاہر وہ قرآن مجید کی حمایت سے پیش کرتے ہیں ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ فکری واردات کر رہے ہیں۔ مفہوم قرآن کو بدلنے کی کوشش کر رہے ہیں تا کہ سادہ لوح مسلمان ان کے داؤ پیچ نہ جانتے ہوئے ان کے شکنجے میں آجائیں۔

محترم سامعین! اسی طرح کی ایک مفہوم کی غلطی شام کے کچھ لوگوں نے کی۔ اس کے راوی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور تھا۔ شام کے کچھ لوگوں نے شراب کی حلت کا قول کیا۔ انہوں نے کہا کہ شراب پینا جائز ہے۔ اس کے لئے انہوں نے جواز قرآن مجید سے پیش کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ان لوگوں کو پیش کیا گیا وہ بظاہر بڑے متقی اور پرہیز گار نظر آ رہے تھے۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ تم شراب کیوں پیتے ہو، جوے کا مال کیوں کھاتے ہو؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ اس کا تو ہمارے پاس جواز موجود ہے۔ آپ نے پوچھا کیا جواز ہے؟ انہوں نے اپنے جواز کو ثابت کرنے کے لئے ساتویں پارے کی یہ آیت پڑھی۔

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا۔

جو ایمان لائے اور نیک کام کئے ان پر کچھ گناہ نہیں جو کچھ انہوں نے

چکھا جب کہ ڈریں اور ایمان رکھیں۔

(پ 7 سورۃ المائدہ آیت نمبر 93)

جو مومن ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں ان پر کوئی حرج نہیں۔

جو مومن ہیں، روزے دار ہیں اور عمل صالح کرتے ہیں ان پر کوئی حرج نہیں

فِيمَا طَعِمُوٓا جو بھی وہ کھائیں

خواہ وہ جوئے کا مال ہو، خواہ وہ شراب ہو یا شراب کی کمائی ہو ان پر کسی معاملے میں کوئی حرج نہیں

اِذَا مَا اتَّقَوْا جب تک کہ وہ ڈریں

یہ آیت انہوں نے جواز کے طور پر پیش کی۔

ایک عام آدمی کے سامنے اس آیت کا ترجمہ بیان کرنے کے بعد مفہوم اخذ کر کے بتایا جائے تو ایک عام شخص تو اس بات کو تسلیم کرنے پر آ جائے گا کہ واقعی اللہ تعالیٰ نے تو مطلقاً اجازت دے دی ہے بندے کے لئے شرط صرف یہ ہے کہ وہ مومن ہو، پرہیز گار ہو۔

وہ نمازی پرہیز گار ہو پھر چاہے جوئے کا مال کھائے

وہ نمازی ہو پرہیز گار ہو پھر چاہے شراب پیئے۔

اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے کے مسئلہ میں اسے بالکل بری کر دیا ہے۔

فِيمَا طَعِمُوٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا

جو بھی وہ کھائے خواہ وہ جوئے کا مال ہو

جو بھی وہ پیئے خواہ وہ شراب ہو

خالق کائنات نے مومن کے لئے کسی قسم کا کوئی حرج نہیں رکھا اور نہ ہی اس بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔

دیکھیں کتنا بڑا اندھیرا استدلال تھا۔ دن کو رات کہنے والی بات تھی۔

اس سورہ میں تو شراب کو حرام کہا جا رہا ہے اور اسی سورہ میں سے وہ جواز کا استدلال کر رہے تھے۔ اسی مقام پر چند آیات پہلے جوے کو حرام کہا جا رہا ہے اور ادھر وہ جواز کا استدلال کر رہے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ان کی بات کو سنا تو انہیں تعجب تو ہوا لیکن ان لوگوں کو اس کی سزا دے کر فوراً اس کی روک تھام کر دی۔ ایک عام سادہ لوح انسان اس جواب کے سامنے کیا کر سکے گا۔

آج مفہوم قرآن مجید پر واردات کرنے والے قرآن مجید کھول کر بیٹھ جاتے ہیں اور مجتہدین کی حیثیت سے درس قرآن دینا شروع کر دیتے ہیں۔ بخاری شریف اور مسلم شریف کی احادیث کے آداب، انداز اور ان کے اسلوب کو سمجھنا تو بعد کی بات ہے، دیکھئے، قرآن مجید برہان رشید میں کس قدر گہرائی ہے اور اس کا مفہوم غلط لینے سے کس قدر لوگوں کے گمراہ ہونے کا خطرہ ہے۔

وَ اَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰی رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝

اور جن کے دلوں میں آزار ہے انہیں اور پلیدی پر پلیدی بڑھائی اور وہ

کفر ہی پر مر گئے۔

(پ 11 سورۃ التوبہ آیت نمبر 125)

جن کے دلوں میں بغض ہوتا ہے قرآن مجید سے ان کے دلوں میں نور پیدا نہیں ہوتا بلکہ ان میں غلاظت اور گندگی بڑھتی ہے اور پھر اسی گمراہی اور کفر کی حالت میں ہی دنیا سے چلے جاتے ہیں۔ قرآن مجید سے جو اس طرح کا تعلق بنائے ہوئے ہیں، اس سے ان کے مرض کو قرآن مجید سے تعلق جوڑنے کے باوجود اس مرض کی غذا تو ملتی ہے لیکن شفا نہیں ملتی۔ جوں جوں وقت گزرتا ہے ان کا مرض بھی بڑھتا رہتا ہے۔

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا

اللہ بہت سے لوگوں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہت سے لوگوں کو ہدایت دیتا ہے

(پ 1 سورۃ البقرۃ آیت نمبر 26)

جن کے دلوں میں مرض ہوتا ہے وہ قرآن مجید سے ہی ضلالت اور گمراہی پا لیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ دین و دنیا کے لحاظ سے خائب و خاسر ہو جاتے ہیں۔ شام کے کچھ لوگوں کے شراب اور جوئے کے جواز کے لئے قرآنی آیت سے استدلال کرنے کا یہ واقعہ طحاوی شریف جو شرح معانی الآثار کے نام سے حدیث کی مشہور کتاب ہے اس کی جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 87 (مکتبہ امدادیہ) میں موجود ہے اور اس کا حقیقی مطلب بخاری شریف ج 2 ص 664 (قدیمی کتب خانہ) میں موجود ہے۔ اور احناف کی تفاسیر اور مستند ماخذ میں اس کا اصل مقصد موجود ہے۔ ان کے

مطالعہ سے اس آیت کا حقیقی ترجمہ کرتے ہوئے اس کا صحیح معنی و مفہوم سمجھ میں آتا ہے۔

اصل میں ہوا یہ کہ جب شراب حرام ہونے کا حکم نازل ہوا تو نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ اے اہل مدینہ تم پر شراب حرام کر دی گئی ہے۔ جب آپ نے یہ حکم سنایا تو صحابی کہتے ہیں کہ لوگوں نے شراب اس طرح بہائی کہ مدینہ شریف کی گلیوں میں شراب بہتی ہوئی نظر آئی۔ ان کے دلوں میں شراب سے اتنی نفرت پیدا ہو گئی کہ انہوں نے اسے غلیظ اور حرام قرار دیتے ہوئے گھروں سے نکال باہر گرایا۔ نالیوں میں بہایا۔

اس کے ساتھ ہی بعض صحابہ کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوا کہ ہمارے وہ مسلمان بھائی جو اب تک شہید ہو چکے ہیں، وہ جب شہید ہوئے تھے تو شراب ان کے جسموں میں تھی، ان کے پیٹوں میں موجود تھی۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ

قُتِلَ قَوْمٌ وَهِيَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ

کچھ صحابہ کو جب شہید کیا گیا یہ شراب ان کے پیٹ میں تھی

(بخاری ج 2 ص 664)

جب شراب اتنی ہی حرام چیز ہے کہ اس کو رجس قرار دے دیا گیا ہے۔ اس کو اتنا گندہ بتایا گیا ہے اور اس سے اس قدر اجتناب کا حکم فرما دیا گیا ہے تو وہ ہمارے مسلمان بھائی جو حالت اسلام میں غزوات میں شہید ہو

گئے تھے اور جب وہ شہید ہوئے تھے

هِيَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ یہ ان کے پیٹوں میں تھی۔

تو اب ان سے کیا معاملہ ہوگا؟ جب اتنی ہی پلید اور ناپاک چیز ان لوگوں کے پیٹوں کے اندر موجود تھی تو اب ان کا کیا بنے گا؟ جب انہوں نے یہ سوال کیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا۔

جو ایمان لائے اور نیک کام کئے ان پر کچھ گناہ نہیں جو کچھ انہوں نے چکھا جب کہ ڈریں اور ایمان رکھیں۔

(پ 7 سورۃ المائدہ آیت نمبر 93)

میرے صحابہ تمہیں ان کے بارے میں گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، ان کے لئے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ جب وہ ایمان لے آئے اور نیک عمل کئے اور چونکہ شراب اس وقت تک حرام نہیں کی گئی تھی لہذا جو اس وقت انہوں نے پی اس کے بارے میں ان سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی۔ اس حالت ایمان میں اس حکم کے نازل ہونے سے پہلے جو کچھ انہوں نے پیا اس میں کچھ حرج نہیں۔ وہ جب اس دنیا سے گئے تو اس وقت تک انہوں نے تقویٰ اختیار کئے رکھا۔ اس وقت جو نصاب مقرر تھا وہ اس پر پورے اترے۔ یہ بات ان کے نصاب میں شامل ہی نہیں تھی۔ لہٰذا تمہیں ان کے متعلق پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ان سے اس بارے میں کوئی سوال نہیں ہوگا۔

دیکھیں، ترجمہ تو وہی ہے مگر مفہوم یہ ہے۔ اب اگر کوئی ہوس پرست، حرص اور آز کا پجاری کھڑا ہو جائے اور کہے کہ شراب پینا تو جائز ہے اور قرآن مجید کی یہ آیت پڑھے تو اس کا یہ استدلال غلط ہے، اس کا اس آیت سے یہ مفہوم نکالنا سراسر غلط ہے، سراسر جھوٹ ہوگا، اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

جس طرح یہ صورت حال آپ نے دیکھی ہے ایسے ہی عقائد کے بہت سے مسائل میں لوگوں نے ایسی آیات کو معاذ اللہ اپنا آلۂ کار بنا رکھا ہے اور ان آیات سے جو مفہوم وہ ثابت کرنا چاہتے ہیں ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جیسے یہاں اس آیت میں شراب کی حلت کا بھی حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

دوسری مثال

ہم زندگی میں نیک عمل کرتے ہیں تو اس خوف سے کہ کل روز قیامت ہم سے پوچھ گچھ ہوگی۔ ہماری ہر سانس کا حساب ہوگا، ہر لفظ کا حساب ہوگا، ہر دن اور رات کا حساب ہوگا، میری ہر صبح اور شام کا حساب ہوگا، میرے ہر مہینے اور سال کا حساب ہوگا لہذا بندہ اس حساب سے ڈرتا ہوا اپنی ساری زندگی تقوے کے سایہ میں گزارنے کی کوشش کرتا ہے۔

اب اگر کوئی شخص ایک تحریک کا آغاز کرے کہ میں لوگوں کو اس خوف سے نجات دینا چاہتا ہوں جو ان کے ذہنوں پر ہر وقت طاری ہے کوئی تسبیح پڑھ رہا ہے تو کوئی نماز پڑھ رہا ہے، کوئی روزہ رکھ رہا ہے تو کوئی نفل

پڑھ رہا ہے۔ اس خوف سے نجات دلانے کے لئے وہ اپنا منشور پیش کرتا ہے۔ اس کے لئے وہ قرآن مجید سے دلیل پیش کرتا ہے۔ کس طرح؟ قرآن مجید کے ستائیسویں پارے میں ہے

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْبِهٖٓ اِنْسٌ وَّ لَا جَآنٌّ ؀

تو اس دن گنہگار کے گناہ کی پوچھ گچھ نہ ہوگی کسی آدمی اور جن سے۔

(پ 27 سورۃ الرحمٰن آیت نمبر 39)

قیامت کے دن انسان اور جن سے اس کے گناہ کے بارے میں کوئی سوال ہی نہیں ہوگا۔ جب سوال ہی نہیں ہوگا تو پھر ہمیں ڈرنے، مرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ بھوکا رہنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟

سارا دن پیاس برداشت کرنا، یخ بستہ راتوں میں قیام کرنا، ساری زندگی ڈر ڈر کے تقوے کے سایہ میں گزارنا، زندگی بھر محتاط اور پابند رہنا۔ جب سوال ہی نہیں ہوگا تو اس کی ضرورت ہی کیا ہے؟

نہ دن کی حرکت کا سوال ہوگا اور نہ رات کے قیام کا سوال ہوگا۔

نہ ہاتھ کے کام کا سوال ہوگا اور نہ زبان کے کلام کا سوال ہوگا۔

کیونکہ خود خالق کائنات فرمارہا ہے کہ جن وانس سے کوئی سوال نہیں ہو گا۔ لہذا خوب کھاؤ پیو، عیش کرو، ان علماء کی بات بالکل نہ سنو، مسجد کی طرف نہ جاؤ، کوئی نیکی کا کام کرنے کے لئے تگ ودو نہ کرو اس لئے کہ یہی زندگی ہے، یہی جہان ہے۔ پھر کوئی سوال ہوگا نہ جواب ہوگا اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ؀

تواس دن گنہ گار کے گناہ کی پوچھ نہ ہوگی کسی آدمی اور جن سے

(پ 27 سورۃ الرحمٰن آیت نمبر 39)

اب ترجمہ تو یہی ہے تو کیا مفہوم بھی یہی ہے؟ کیا قرآن مجید کا پیغام یہی ہے؟ کیا قرآن مجید کی دعوت بھی یہ ہے؟ کیا قرآن مجید کا مزاج بھی یہ ہے؟ کیا قرآنی تعلیمات کا خلاصہ بھی یہی ہے؟ نہیں بلکہ وہ تو ہر لمحہ بندے کو ڈرا رہا ہے۔

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ۝

کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

(پ 26 سورۃ قٓ آیت نمبر 18)

اے بولنے والے، ذرا ہوش سے بولنا، جب تو بولتا ہے تو جو تیرے کندھوں پر بیٹھے ہیں وہ تیرا ہر لفظ لکھتے ہیں۔ تیری ہر سانس کا حساب ہو گا، ہر لمحے کا احساس ہوگا۔ ہر منٹ کا حساب ہوگا، تیری پوری زندگی کا حساب ہوگا، تجھ سے پوچھا جائے گا، تجھ سے سوال ہوگا۔ لیکن دوسری طرف وہ شخص سورہ رحمٰن والی آیت پیش کرتا ہے۔ جو مفہوم وہ نکالتا ہے اس مفہوم کا اسلام سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ ایک سادہ لوح انسان تو یہی کہے گا کہ میں تو سب کچھ چھوڑ کے قرآن مجید فرقان حمید کے پیچھے آیا ہوں اور میں تو قرآن مجید کی بات ہی مانتا ہوں۔

وہ سادہ لوح انسان جو اس آدمی کے کہنے پر قرآن کی بات مان لے گا تو کیا وہ کامیاب ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ وہ یقیناً ناکام ہو جائے گا، جہنمی

بن جائے گا کیوں؟ اس واسطے کہ قرآن مجید کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لئے ساری آیات کو دیکھنا پڑتا ہے۔ پھر ترجمہ اور اس کا حقیقی مطلب سمجھ میں آتا ہے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں پر تو ہے کہ اس سے سوال نہیں کیا جائے گا لیکن دوسرے مقام پر سورہ حجر چودھویں پارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان موجود ہے۔

فَوَ رَبِّکَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ٥ عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ٥

تو تمہارے رب کی قسم ہم ضرور ان سے پوچھیں گے جو کچھ وہ کرتے تھے۔

(پ14 سورۃ الحجر آیت نمبر 92،93)

لام بھی تاکید کے لئے، ن بھی تاکید کے لئے۔ اجمعین سارے لوگوں سے سوال ہوگا۔ عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ٥ جو کچھ یہ کرتے رہے۔ جو بھی انہوں نے کیا، چاہے رات کو یا دن ـــــ کو کیا، پہلے پہر کو کیا یا پچھلے پہر کیا، ہاتھ سے کیا یا زبان سے کیا، آنکھ سے کیا یا کان سے کیا۔ اے محبوب ﷺ ہم ہر چیز کا ان سے سوال کریں گے۔

یہ بھی قرآن مجید کی آیت ہے وہ بھی قرآن مجید کی آیت ہے

پھر مزید تاکید قرآن مجید کے تیئسویں پارے میں سورہ الصافات میں ہے

وَ قِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ

اور انہیں ٹھہراؤ، ان سے پوچھنا ہے

(پ 23 سورۃ الصّٰفّٰت آیت نمبر 24)

انہیں جلدی نہ لے جاؤ میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں۔

میں نے انہیں پیدا کیا، انہوں نے میرے کتنے حقوق پورے کیئے۔

مَسْئُوْلُوْنَ   یہ سوال کیئے جائیں گے

ان سے سوال ضرور ہوگا، انہیں سوال کیئے بغیر چھوڑا نہیں جائے گا۔

یہ آیت دیکھیں کتنی تاکید کے ساتھ سوال کیئے جانے کو لازمی قرار دے رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ قسم اٹھا کے کہہ رہا ہے کہ اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم)! تیرے رب کی قسم، ہم سوال کریں گے ان سے جو تمہاری توہین کرتے ہیں، جو تمہاری راہوں میں کانٹے بکھیرتے ہیں، کافروں سے، منافقوں سے، فاسقوں سے، فاجروں سے، مومنوں سے۔

عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ   جو کچھ یہ کرتے رہے

یہ سب انسان جو کچھ بھی کرتے رہے، ہر چیز کا ان سے سوال ہوگا۔

اب دیکھیں قرآن مجید میں ہی ہے کہ

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ۔

تو اس دن گناہ گار کے گناہ کی پوچھ نہ ہوگی کسی آدمی اور جن سے

(سورۃ الرحمٰن آیت نمبر 39)

لانفی کے لئے ہے۔ اب ترجمہ یہی ہے جو میں کر رہا ہوں لیکن اگر کوئی شخص لوگوں کو بے عمل بنانے کے لئے، دین سے دور کرنے کے لئے، فکری واردات کرنا چاہتا ہے تو اس آیت اور اس کے ترجمہ سے استدلال کر سکتا ہے۔ لیکن اس کا حقیقی مفہوم اور مراد یہ ہرگز نہیں ہے۔

کیونکہ قرآن مجید کے متعلق اللہ تعالیٰ نے خود واضح فرما دیا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

سارا قرآن مجید الحمد سے لے کر والناس تک ایک ہی اسلوب پر ہے۔ اس کی آیات کہیں بھی ایک دوسری سے نہیں ٹکراتیں۔ ان آیات کا آپس میں کوئی تضاد یا مخالفت نہیں۔ اب ایک سادہ انسان کو کتنا واضح فرق نظر آ رہا ہے تو یہ فرق کیسے دور ہو سکتا ہے؟ یہ فرق تب دور ہو سکتا ہے جب انسان کو ترجمہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ہدایت بھی نصیب ہوئی ہو۔ وہ صرف ان لوگوں کا ہی اتباع نہ کرے جو صرف قرآن مجید برہان رشید کے ترجمہ پر ہی اکتفا کرتے ہیں بلکہ ان کی بات کو بھی سنے جو ترجمۂ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ مفہوم قرآن مجید پر بھی پہرا دیتے ہیں۔ یقیناً یہ دونوں باتیں سچ ہیں کہ قیامت کے دن سوال ہوگا اور نہیں بھی ہوگا۔ یہ جو فرمایا گیا ہے کہ

لَا یُسْئَلُ سوال نہیں ہوگا

تو سوال کی دو قسمیں ہیں۔

ایک سوال ہوتا ہے جو سوال پوچھنے والا، سوال کرنے والا بطور علم سوال کرتا ہے یعنی سوال کر کے علم حاصل کرنا چاہتا ہے۔ جیسے کوئی پوچھتا ہے ''کیا تو نے پانی پیا ہے؟'' سوال کرنے والے کو خود پتہ نہیں کہ اس نے پانی پیا ہے یا نہیں۔ وہ پوچھتا ہے پھر اس کو علم حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ خالق کائنات خود ہر ایک کے متعلق مکمل طور پر جانتا ہے کہ انہوں نے کیا

کچھ کیا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ مجھے تم سے پوچھ کر جاننے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس دن جن وانسان سے یہ پوچھا نہیں جائے گا کہ تم نے کیا کچھ کیا ہے، مجھے خود ہی سب کچھ معلوم ہے۔

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ۝

تو اس دن گنہگار کے گناہ کی پوچھ نہ ہوگی کسی آدمی اور جن سے

تمہیں یہ مغالطہ ہرگز نہ رہے کہ جب ہم بتائیں گے ہی نہیں تو پتہ کیسے چلے گا، ہمارا کوئی عمل بے نقاب ہی نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس مغالطے میں ہرگز نہ رہنا کیونکہ مجھے تم سے پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

لَا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ

جن وانس سے سوال نہیں کیا جائے گا

ایسا سوال کہ جس سے مقصد ان سے پوچھ کے علم حاصل کرنا ہو کہ ان کے بتانے سے معلوم ہو کہ فلاں بندے نے کتنی نافرمانی کی ہے اور دوسرے فلاں بندے نے کتنی کی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے پوچھنے کے لئے مجھے سوال کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اس غلطی میں ہرگز نہ رہنا کہ جب تم بتلاؤ گے تو ہمیں پتہ چلے گا بلکہ اس طرح کا سوال تم سے کیا ہی نہیں جائے گا کیونکہ مجھے سب کچھ پہلے ہی سے معلوم ہے۔ یہ جو سوال نہیں ہوگا تو وہ یہ ہے۔

اب دوسری طرف جو سوال ہوگا اس کا اسلوب اور انداز ملاحظہ

فرمائیں۔

فَوَ رَبِّکَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ

اے محبوب! ہم ان سے سوال کریں گے۔

اے محبوب (ﷺ)! جو تم سے دشمنی کر رہے ہیں ہم ان سے پوچھیں گے۔ یہ جو ابو جہل، عتبہ، شیبہ، عبداللہ بن ابی ابن سلول اور جو دوسرے تمہارے منکر اور گستاخ ہیں ہم ضرور ان سے پوچھیں گے۔

فَوَ رَبِّکَ	اے محبوب! مجھے تیرے رب کی قسم
لَنَسْئَلَنَّهُمْ	ہم ان کو نہیں چھوڑیں گے۔

ہم ان سے پوچھیں گے اس سوال سے توبیخ والا سوال مراد ہے، جو ڈانٹنے کے انداز میں ہوتا ہے، جو جھڑکنے کے انداز میں ہوتا ہے۔ جو جھڑک رہا ہے وہ پہلے یہ جانتا ہے کہ اس نے کیا گناہ کیا ہے؟

یہ سوال کیا جا رہا ہے تو جاننے کے لئے نہیں کیا جا رہا بلکہ ڈانٹنے کے لئے، جھڑکنے کے لئے، ان کو پانی پانی کرنے کے لئے، ان کو شرم دلانے کے لئے اور ان پر عذاب طاری کرنے کے لئے کیا جا رہا ہے۔ حشر میں سوال نہیں ہوگا کیونکہ پہلے ہی سب کچھ معلوم ہے اور سوال ہوگا تو ڈانٹنے کے لئے ہوگا۔ یہ دونوں طرح کی آیات ہیں اور آپ بظاہر ان دونوں میں کتنا فرق محسوس کر رہے تھے لیکن حقیقت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس واسطے کہ ہم نے قرآن مجید کے اسلوب کو سامنے رکھتے ہوئے ان دونوں آیات کے مفہوم کو دیکھا ہے تو ہمارے سامنے روشنی ہوگئی ہے کہ

جو فرمایا گیا کہ سوال نہیں ہوگا تو اس کا مقصد کیا ہے اور جو یہ فرمایا گیا کہ سوال ضرور ہوگا تو اس کا مقصد کیا ہے۔

مجھے اس بات پر بڑا تعجب ہوتا ہے جب کوئی یہ کہتا ہے کہ وہ تو قرآن مجید سے ثابت کر رہے تھے۔ فلاں فرقہ کا فلاں عالم! اپنا مؤقف قرآن مجید سے ثابت کر رہا تھا۔ دیکھیں جن کے دلوں میں کجی ہے وہ قرآن مجید سے کیا کچھ نہیں ثابت کر لیتے۔

اگر کسی کی سوچ بگڑ جائے، اگر کوئی بے ضمیر ہو جائے اور اگر کسی کی قسمت میں اندھیرے لکھے جا چکے ہوں تو اس قرآن مجید سے اپنی سوچ کے مطابق اندھیرے بھی مل سکتے ہیں۔

اب دیکھیں اگر کوئی شخص اسلام دشمن، مسلمان دشمن این جی اوز (NGOs) کا ایجنٹ بن جائے اور ان کا ہدف انسانی حقوق کے نام پر لوگوں کو بالکل بے خوف کرنا ہو، اسلام کے صراط مستقیم سے ہٹانا ہو تو وہ اسی آیت سے استدلال کر کے بڑے بڑے پوسٹر چھپوا سکتا ہے۔

لَا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ

اے لوگو! جو چاہو کھاؤ پیو، انسان کا تو کوئی حساب ہی نہیں ہوگا۔

اے لوگو! بالکل ڈرو نہیں کیونکہ تم سے تو کسی معاملہ کے متعلق پوچھا ہی نہیں جائے گا۔

تیسری مثال

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید برہان رشید کے سولہویں پارے میں

فرمایا ہے۔

اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا○

یہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کی آیتیں اور اس سے ملنے سے انکار کیا ان کے سب اعمال ضائع ہو گئے ہم قیامت کے دن ان کے لئے وزن قائم نہیں کریں گے۔

(پ16 سورۃ الکھف آیت نمبر 105)

اب یہ بھی اسی سلسلے کی ایک دلیل ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ جب اعمال تو وزن ہوں گے نہیں، اعمال کے وزن کے لئے ترازو ہی نہیں رکھا جائے گا۔ جب ترازو ہی نہیں ہو گا تو مطلب یہ بنا کہ اعمال تولے ہی نہیں جائیں گے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ فیصلہ ہی نہیں ہو گا، کچھ بھی نہ ہو گا تو پھر موج ہو جائے گی۔ لیکن دوسرے مقام پر آٹھویں پارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَالْوَزْنُ یَوْمَئِذِ نِ الْحَقُّ۔ اور اس دن تول ضرور ہونی ہے

(پ8 سورہ الاعراف آیت نمبر 8)

یعنی اس دن وزن ضرور ہو گا، سب کا ہو گا

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

تو جن کے پلڑے بھاری ہوئے وہی مراد کو پہنچے

(پ8 سورۃ الاعراف آیت نمبر 8)

اب دیکھیں کہ ادھر ہے کہ وزن نہیں ہو گا اور ادھر ہے کہ وزن ضرور ہو

گا۔

اب پہلی آیت سے ایک شخص واردات کرنا چاہتا ہے، لوگوں کو اعمال کا وزن کئے جانے سے بے خوف کرنا چاہتا ہے تو ہم اس شخص کی واردات کو پکڑنے کے لئے احادیث، صحابہ کرام کے آثار اور بزرگان دین کے اقوال کے علاوہ قرآن مجید سے ہی متعدد ایسے شواہد پیش کر سکتے ہیں کہ اس آیت کا جو ترجمہ تم مراد لے کر واردات کر رہے ہو وہ ترجمہ تو ٹھیک ہے لیکن اس آیت سے مراد یہ نہیں، اس آیت کی حقیقت یہ نہیں۔ ترجمہ تو یہ ہی ہے مگر یہ قرآن مجید کی آیت کا مفہوم اور مرضی نہیں۔ اس آیت کا مطلب یہ نہیں۔ قرآن مجید تو کچھ اور سمجھانا چاہتا ہے کیونکہ دوسرے مقام پر فرما دیا گیا ہے کہ وزن ہونا اس دن حق ہے۔ نہ صرف کافروں کے بلکہ مومنوں کے اعمال کا وزن بھی ہوگا۔ تو پھر تم کیسے اس آیت سے یہ مطلب نکالتے ہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس دن ہم ان کے لئے میزان نہیں رکھیں گے،

فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا

ہم ان کے اعمال کا کوئی وزن نہیں بنائیں گے۔

محترم سامعین! اس آیت کا مفہوم کیا ہے؟ جو صحیح مفہوم ہے وہ یہ ہے کہ خالق کائنات نے فرمایا: اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم)! جن لوگوں نے کفر کیا اگرچہ وہ صدقہ کریں، خیرات کریں، اگرچہ وہ کعبے کی خدمت کریں، حاجیوں کو پانی پلائیں۔ اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم)! ان کے ان سارے

اعمال کی ہمارے نزدیک کوئی ویلیو ہی نہیں، کوئی قدر و قیمت ہی نہیں۔ یہ نہیں کہ یہ سارے اعمال تولے نہیں جائیں گے، تولے جائیں گے مگر ان کا وزن ہی نہیں نکلے گا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن کچھ لوگ آئیں گے۔ ان کے اعمال اتنے زیادہ ہوں گے کہ وہ ان کا وزن مکہ شریف کے پہاڑوں کے وزن سے بھی زیادہ خیال کریں گے لیکن جب پلڑے میں رکھے جائیں گے تو ایک تنکے جتنا وزن بھی نہیں نکلے گا۔

لہذا ثابت ہوا کہ وزن کرنے کی نفی نہیں ہے، حساب کی نفی نہیں ہے، وزن بھی ہوگا، حساب بھی ہوگا۔

فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا

کا مطلب یہ ہے کہ اے محبوب! ان کے اعمال کی میرے نزدیک کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔

ان کے اعمال کا میرے نزدیک کوئی وزن نہیں، کوئی حیثیت نہیں، کوئی مقام نہیں، کوئی مرتبہ نہیں۔ وزن ضرور ہوگا لیکن یہ جو کہا گیا ہے کہ وزن نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے اعمال کی کوئی حقیقت نہیں ہے کیونکہ وہ کافر ہو گئے لہذا ان کے سارے کے سارے اعمال رائیگاں ہو گئے۔

مثالیں تو بہت سی پیش کی جا سکتی ہیں لیکن میں اپنے موضوع کو سمیٹتے

ہوئے Windup کرتے ہوئے اس کی تلخیص آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

اگر آپ تاریخ کا مطالعہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ کس نے قرآنی آیات کے ساتھ کیسا کیسا ظلم کیا ہے۔ میں افسانوی طرز میں اپنے موضوع پر دلائل پیش نہیں کر رہا کہ ان کو رد کر دیا جائے گا۔ میں واردات کرنے والوں کا انداز اور قرآن مجید کا انداز آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ اسلامی تاریخ کے تناظر میں ان ٹھوکریں کھانے والوں کی کئی مثالیں آپ کو پیش کی جاسکتی ہیں۔ میں آپ کو تاریخ سے مثالیں کرنے کی ضرورت اب محسوس نہیں کرتا کیونکہ میں نے آپ کو کافی مثالیں بیان کر دی ہیں۔ اب بھی اس معاشرے میں بہت سے لوگ ایسے موجود ہیں جو ایسے ہی قرآن مجید پڑھتے ہیں، اکثر ترجمہ بھی صحیح کرتے ہیں مگر ٹھوکر کھا گئے ہیں اور مفہوم غلط سمجھ بیٹھے ہیں۔

ربیع الاوّل شریف کی آمد ہوتی ہے۔ امت مسلمہ میلاد شریف کی خوشیاں منا رہی ہوتی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے فضائل و کمالات سننے سے ایک وجد و سرور کا سماں ہوتا ہے۔ اہل ایمان پر ہر طرف بہار آئی ہوتی ہے۔ ایسے میں کچھ لوگ چیں بچیں ہوتے ہیں کہ خوشی نہ کرو۔ کیوں نہ کرو؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَا اٰتٰكُمْ

تاکہ غم نہ کھاؤ اس پر جو ہاتھ سے جائے اور خوش نہ ہو اس پر جو تم کو دیا

(پ 27 سورۃ الحدید آیت نمبر 23)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

لَا تَفۡرَحۡ خوشی نہ کرو

(پ 20 سورۃ القصص آیت نمبر 76)

لَا تَفۡرَحُوۡا اس ذات باری تعالیٰ کا حکم ہے، خوشی نہ کرو، خوشی کا اظہار نہ کرو۔ لہذا جب یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو تم خوشی کا اظہار کیوں کرتے ہو؟ اللہ تعالیٰ نے لاتفرحو فرما کر نہی فرمادی ہے۔ اگر تمہیں کچھ نعمت ملتی ہے، خوشی ملتی ہے تو اس پر خوشی کا اظہار نہ کرو۔ لیکن تم اتنا خوشی کا اظہار کرتے ہو، گھروں کو سجاتے ہو، بازار بھی سجاتے ہو، محفلوں کا اہتمام بھی کرتے ہو۔ اتنی خوشی اور وجد و سرور کا اظہار کرتے ہو جب کہ قرآن مجید میں ہے۔

لَا تَفۡرَحُوۡا۔ خوشی کا اظہار نہ کرو

ستائیسویں پارہ میں ہے لَا تَفۡرَحُوۡا خوشی کا اظہار نہ کرو۔ بیسویں پارہ میں ہے لاتفرح اب ان الفاظ کا لفظی ترجمہ یہی ہے مگر ان سے مطلب یہ لینا کہ سرکار کی ولادت کی خوشی نہ کی جائے، یہ مطلب لینا جرم ہے۔ یہ ہے مفہوم قرآن کو بدلنے کی واردات۔

لاتفرحوا اللہ تعالیٰ نے کسی اور بارے میں فرمایا تھا اس کو پکڑ کے میلاد شریف کی خوشی نہ منانے پر فٹ کر دینا یہ مفہوم قرآن مجید کی واردات ہے۔ اس آیت کا رخ اور طرف تھا لیکن اس کا رخ پھیر کے، رخ کو بدل کے سرکار علیہ السلام کی ذات اقدس کے میلاد شریف کی خوشی نہ منانے کی طرف کر دینا یہ واردات ہے۔ اب دیکھو کس طرح اس

واردات کی چوری پکڑی جائے گی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ بتانا چاہا ہے کہ اے لوگو! تم کو جو تکلیف پہنچتی ہے اس پر اتنا افسوس نہ کیا کرو اور جو خوشی تمہیں ملتی ہے اس پر بھی خوشی کا اظہار نہ کرو۔ یہ خوشی اور غم سب اللہ کی طرف سے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ خبر میں نے کیوں دی

لِكَيْلَا تَاْسَوْا

تا کہ تم افسوس نہ کرو

عَلٰى مَا فَاتَكُمْ

اس چیز پر جو تمہیں نہیں مل سکی۔

وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَا اٰتٰكُمْ

اور اس پر تم خوشی کا اظہار نہ کرو جو تمہیں مل چکی ہے۔

کون سی خوشی؟ وہ خوشی جس پر خوشی کرنے والا اتراتا ہے، وہ خوشی جو تکبر کے طور پر منائی جاتی ہے۔

اگر کسی کو بیٹا عطا ہو تو وہ خوشی میں شراب کی دعوتیں کرنا شروع کر دے، کسی کو نفع ہو، مال و دولت ملے تو شراب کے جام پینے اور پلانے شروع کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تکبر نہ کرو۔ خوشی اگر کرنی ہے تو شکر کے انداز میں کرو۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا

تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں۔

(پ 11 سورۃ یونس آیت نمبر 58)

ادھر تھا لَا تَفْرَحُوا، خوشی نہ کرو۔ ادھر ہے فَلْيَفْرَحُوا

خوشی کرنے کا امر ہے۔ خوشی کرو اور خوشی نہ کرو دونوں چیزیں آ گئیں۔

اگر صحیح مفہوم نہ بیان کیا جائے تو انسان پزل (پریشان) ہو جائے گا کہ قرآن مجید میں خوشی کرنے کا حکم ہے اور نہ کرنے کا بھی حکم موجود ہے۔

اب اگر کوئی خوشی نہ کرنے کی آیت سنا کر میلاد شریف کی خوشی سے روکتا ہے تو اس نے قرآن مجید کے ساتھ بہت بڑی زیادتی کی اس واسطے کہ قرآن مجید کا اسلوب یہ ہے۔

فَلْيَفْرَحُوا میں جو خوشی منانے کا حکم ہے تو وہ اس خوشی کا ہے جو شکر کے انداز میں کی جاتی ہے، عاجزی سے کی جاتی ہے۔ اے اللہ! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے اپنا محبوب ہمیں عطا فرمایا۔

لہذا میلاد شریف کی خوشی لاتفرحوا کا حصہ نہیں ہے بلکہ فلیفرحوا کا حصہ ہے کیونکہ قرآن مجید اس کا تقاضا کرتا ہے جس طرح کہ آپ نے پچھلی مثال میں دیکھا کہ ایک طرف ہے کہ حساب ہوگا، سب کچھ ہوگا۔ اگرچہ مقابلے میں دوسری آیات بھی پیش کی جارہی تھیں لیکن ان کا مطلب اور تھا۔ ایسے ہی میلاد شریف کی خوشی قرآن مجید کی رو سے اللہ کو مطلوب ہے اور جو مقابلے میں آیت پڑھی جارہی ہے اس کا اس خوشی منانے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تکبر والی خوشی اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ خوشی کرو تو شکر کے انداز میں کرو۔ حضور نبی کریم ﷺ کی خوشی تو صحابہ نے بھی کی۔ مسلم شریف میں ہے کہ صحابہ کرام مسجد نبوی شریف میں بیٹھے ہوئے

سرکار کی آمد کا تذکرہ کررہے تھے۔ سرکار جب باہر نکلے تو صحابہ سے پوچھا، اے میرے صحابہ کیا کررہے ہو؟ تو صحابہ نے کہا۔

قَالُوْا جَلَسْنَا نَدْعُو اللّٰهُ وَ نَحْمَدُهٗ عَلٰى مَا هَدَانَا لِدِيْنِهٖ وَ مَنَّ عَلَيْنَا بِكَ (شرح مسلم ج ۷ ص ۲۷۴)

اے محبوب ہم یہ کہہ رہے تھے کہ

فضل رب العلیٰ اور کیا چاہیے
مل گئے مصطفیٰ اور کیا چاہیے

انہوں نے کہا کہ ہم بیٹھے ہوئے اللہ تعالیٰ کو پکار رہے ہیں اس نے ہمیں اپنے دین کی ہدایت دی ہے اور آپ کو بھیج کر اس نے جو ہم پر احسان کیا ہے اس پر ہم حمد کررہے ہیں۔

آپ نے پھر صحابہ علیہم الرضوان سے کہا کہ حلف دو، انہوں نے حلف اٹھایا کہ ہم صرف اسی لئے اجتماع کررہے ہیں تا کہ آپ کی آمد کے ضمن میں جو ہم پر احسان ہوا ہے اس کا تذکرہ کررہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا

لَمْ اَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً

میں نے تہمت کی وجہ سے تم سے حلف نہیں لیا۔

اَتَانِىْ جِبْرِيْلُ فَاَخْبَرَنِىْ اَنَّ اللّٰهَ يُبَاهِىْ بِكُمُ الْمَلَائِكَةَ

ابھی جبرائیل مجھے بتا کے گئے ہیں۔ اے زمین پر بیٹھ کر میری خوشی منانے والو! عرش عظیم پہ خدا تم پر فخر کررہا ہے۔ مسلم (2801)، ترمذی

(2439)

اب کوئی لَا تَفْرَحُوْا یا لَا تَفْرَحْ میں سے کوئی آیت پڑھے اور مقصد یہ حاصل کرنا چاہے کہ میلاد شریف کی خوشی کرنا جائز نہیں تو اس کی کتنی بڑی بد نصیبی اور بد قسمتی ہے۔ اگر اس کو دوسری آیت کا پتہ نہیں تو میلاد کی خوشی کرنے کو حرام تو نہ کہے۔ لوگوں کو غلط مطلب سمجھانا اللہ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کتنی بڑی دشمنی ہے اور اس سے بڑھ کر اور دشمنی کیا ہو سکتی ہے کہ وہ قرآن مجید جو ان کی خوشی کا ہر لفظ میں اظہار کرتا ہے اس سے ہی ان کی آمد کی خوشی کے رد کے لئے دلیل دی جائے۔ اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خوشی کو اسی قرآن مجید کی آیت پڑھ کے روکا جائے تو یہ مفہوم قرآن مجید پر واردات ہو جائے گی۔ اس سے نہ قرآن راضی ہوگا اور نہ صاحب قرآن راضی ہوں گے۔

پھر دیکھئے، ابھی کل کی بات ہے کہ ایک مولوی صاحب ڈیلٹا روڈ سے آئے اور انہوں نے مجھے کہا کہ میں تو بڑا پریشان ہوں۔ لوگوں نے مجھے آ کے ایک آیت دکھائی، میں نے پڑھی اور ترجمہ واضح تھا، کوئی جواب نہ دے سکا اور میرا دل نہیں مانتا کہ جو کچھ یہ لوگ اس آیت سے ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ صحیح ہو۔ انہوں نے کہا کہ ان لوگوں نے مجھے یہ آیت دکھائی ہے۔

اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ

بے شک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کر دو ہاں اللہ

ہدایت فرماتا ہے جسے چاہتا ہے۔

(پ20 سورۃ القصص آیت نمبر56)

لہٰذا وہ مجھے بار بار کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کو کوئی اختیار نہیں تھا وہ تو کسی کو ہدایت نہیں دے سکتے تھے، وہ تو کسی کو سیدھا راستہ نہیں بتا سکتے تھے۔ لیکن میں نے مثالوں کے ذریعے آپ پر واضح کیا ہے کہ قرآن مجید کی تمام آیات کو سامنے رکھیں گے تو پھر صحیح مفہوم کا پتہ چلے گا۔ اب ترجمہ یہی ہے لیکن قرآن مجید کا مفہوم یہ نہیں جو وہ لوگ ثابت کرنا چاہتے تھے۔ یہاں بھی وہی انداز اپنایا جائے گا۔ پھر پتہ چلے گا کہ حقیقت میں قرآن مجید کہنا کیا چاہتا ہے۔

اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ

آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دیتے اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا ہے۔

اس آیت کے ایک حرف کا بھی انکار نہیں ہو سکتا، اس کے ترجمے کا بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ مگر اس سے یہ مراد لینا کہ نبی کریم ﷺ کو تو کوئی اختیار ہی نہیں تھا وہ تو کچھ کر ہی نہیں سکتے تھے، وہ تو کسی کو ہدایت دے ہی نہیں سکتے تھے۔ معاذ اللہ قرآن مجید کی اس آیت سے یہ اسلوب نکال کر لوگوں کے سامنے پیش کرنا بہت بڑا جرم ہے۔ کیوں؟ اس واسطے کہ اگر نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو ہدایت ہی نہیں دینی تھی تو انہیں نبی بنا کے بھیجنے کا مقصد کیا تھا؟ ان کو بھیجنے کا مقصد ہی یہ تھا کہ لوگوں کو بتوں، جنات سے ہٹا کر اللہ کی طرف لے جانا اور اسی کو تو ہدایت کہتے ہیں جو کفر میں

ڈوبے ہوئے تھے، ان کے کفر کو توڑ کر، ان کے کفر کے تالے توڑ کر ان کے دلوں میں اللہ کی توحید کے عقیدہ کے بیج بونا یہ ہی تو ہدایت دینا ہے۔ سرکار تو ہدایت دینے ہی آئے تھے لیکن اگر یہ کہہ دیا جائے کہ وہ تو ہدایت دے ہی نہیں سکتے تھے تو پھر تو سارے کا سارا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔

محترم سامعین! کیونکہ موضوع مکمل کرنا چاہتا ہوں۔ اب دیکھئے یہ آیت پڑھی جارہی ہے۔ آیت صحیح ہے لیکن اس کا مفہوم غلط لیا جارہا ہے۔ اس کا مفہوم کیوں غلط ہے؟ اس واسطے کہ اس شخص نے جو آیت پڑھی ہے اس کو پچیسویں پارے کی یہ آیت نظر نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِنَّکَ لَتَھْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

اور بے شک تم (اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم) ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو۔

(پ 25 سورۃ الشوریٰ آیت نمبر 52)

اِنَّ بھی ہے لام تاکید کا بھی ہے۔

اِنَّکَ لَتَھْدِیْ یقیناً آپ ہدایت کرتے ہیں۔

اور پارہ نمبر 13 میں فرمایا

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ

آپ تو ڈر سنانے والے ہیں اور ہر قوم کے ھادی

(پ 13 سورۃ الرعد آیت نمبر 7)

ہم نے آپ کو منذر بنایا ہے اور ہر قوم کا ھادی بنایا ہے۔

دیکھیں! بچہ بچہ سرکار کو ھادی سمجھتا ہے لیکن آج یہ قرآن مجید کی آڑ میں

کتنا بڑا جرم کیا جا رہا ہے کہ سرکار تو کسی کو ہدایت نہ دے سکتے تھے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ وہ ھادی نہ تھے کیونکہ ہدایت نہ دے سکنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ھادی نہیں تھے حالانکہ آپ کو ھادی بنا کر بھیجا گیا ہے۔ قرآن مجید فرقان حمید کہتا ہے

اِنَّکَ لَتَھْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

اے میرے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ لوگوں کو سیدھے رستے کی طرف لے جانے والے ہیں

ان دونوں قسم کی آیات آپ کے سامنے ہیں تو مفہوم کیا بنے گا؟ مفہوم یہ بنے گا کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ

اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ہدایت کے خالق نہیں ہیں کہ اپنے پاس سے ہدایت کو پیدا کر کے عطا فرما دیں۔ ہدایت کا خالق میں ہوں اور قاسم ہدایت تم ہو۔

اب دونوں آیات کا مفہوم صحیح ہے کہ اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ کا مطلب یہ ہے کہ آپ خود سے پیدا کر کے کسی کو ہدایت نہیں دے سکتے اور انک لتھدی کا مطلب یہ ہے کہ آپ ضرور ہدایت دیتے ہیں، ہدایت تقسیم فرماتے ہیں جو کہ میں نے پیدا کی ہے۔

محدث بریلوی امام احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ نے ترجمہ ہی اس انداز میں کیا کہ صحیح مفہوم بھی متعین ہو گیا۔

اِنَّکَ لَاتَھدِیْ الخ کا ترجمہ کیا ''بے شک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کردو ہاں اللہ ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے۔
ہم نے جو دونوں آیات سے مفہوم بیان کیا ہے، دیکھیں اس طرح مطلب کتنا واضح ہے۔ ساری آیات کا اس سے اتفاق ہے۔ اگر صرف یہ کہا جائے۔ انک لاتھدی، آپ ہدایت دیتے ہی نہیں، آپ کسی کی راہنمائی کر ہی نہیں سکتے تو پھر آپ دنیا میں تشریف ہی کیوں لائے تھے؟ آپ تو اتنی ہدایت والے تھے کہ جب حضرت عبداللہ بن سلام نے آپ کا چمکتا ہوا چہرہ دیکھا تو اسلام ان کے دل میں داخل ہو گیا۔ (مشکوٰۃ۔ ترمذی) حضرت ابو رافع کہتے ہیں۔ مجھے قریش نے بھیجا تھا، میں پیغام دینے آیا تھا۔ میں نے جب آپ کو دیکھا، آپ کی زیارت سے مشرف ہوا تو کیا ہوا

القی فی قلبی الاسلام (ابوداؤد، مشکوٰۃ 347)

آپ کی تقریر سننا تو در کنار، میں نے آپ کو دیکھا تو اسلام میرے دل میں داخل ہو گیا۔ یہ سرکار کی کتنی بڑی ہدایت ہے۔
لہٰذا اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ذات باری تعالیٰ یہ ظاہر کرنا چاہتی ہے کہ آپ ہدایت کے خالق نہیں ہیں، ہدایت میری مخلوق ہے۔ میں ہدایت پیدا کرتا ہوں۔ آپ قاسم ہیں، آپ اس کو تقسیم کرنے والے ہیں۔ آپ اللہ کے اذن سے، اس کی رضا کے مطابق ہدایت عطا فرماتے ہیں۔

اب دیکھیے، ایک صاحب نے اگلے دن قرآن مجید برہان رشید سے ایک اور آیت پیش کی اور وہ روزانہ اسے پیش کرتے ہیں کیونکہ یہ ان کا حصہ ہے کہ وہ ایسی آیات کی تلاش میں رہتے ہیں کہ جن سے ان کی بے راہ روی کو تقویت مل سکے اور یہ ہماری خدمت ہے کہ ہم ان کی اس گنجائش کو ختم کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

پورے کا پورا قرآن مجید تو سرکار کی تعریف کرتا ہے۔ سرکار کی طرف کسی عیب کی نسبت نہیں، ان کے مولویوں نے ان کو اس طرح کی آیات یاد کروادی ہیں اور یہ بغیر سوچے سمجھے پیش کر دیتے ہیں۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ

تم فرماؤ میں اپنی جان کے بھلے برے کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت بھلائی جمع کر لی۔

(پ 9 سورۃ الاعراف آیت نمبر 188)

وہ یہ آیت پڑھ کر تبلیغ کرتے ہیں کہ آپ کو تو کوئی اختیار ہی نہیں، آپ تو کسی چیز کے مالک ہی نہیں، آپ کچھ نہیں کر سکتے، آپ کو کسی طرح کا کوئی غیب نہیں۔ یہ آیت پیش کر کے وہ اپنی طرف سے نقطۂ عروج پر پہنچ گئے ہیں اور اپنے لئے انہوں نے گمراہی کا پھندا بالکل تیار کر لیا ہے۔

انہیں پتہ نہیں کہ قرآن مجید کی آیات کو شرابیوں نے شراب پینے کے جواز میں پیش کیا اس قرآن مجید کی آیات کو جہنمیوں نے جہنم سے بچنے کے لئے پیش کیا کہ جہنم میں تو تب جائیں گے اگر حساب کتاب ہوگا۔ مگر

انہیں معلوم نہیں کہ قرآن مجید کی آیات ہدایت اسے دیتی ہیں جس کے دل میں قرآن والے کی محبت موجود ہو۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ (الخ)

اے محبوب ان کو فرما دو میں مالک نہیں ہوں اپنے نفس کے لئے کسی نفع کا اور کسی نقصان کا، آگے توجہ سے نہیں دیکھتے

اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ　　　　مگر وہ جو اللہ چاہے

اللہ تعالٰی نے حضور نبی کریم ﷺ کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرما دیں۔ تمام عالموں میں تصرف کی احادیث موجود ہیں لیکن چونکہ یہ تمام اختیار و تصرف اللہ تعالٰی کی عطا سے حاصل ہوا اس لئے بجائے فخر و بڑھائی کے آپ نے ہمیشہ عاجزی کو پسند فرمایا اور اپنے صحابہ کو فرمایا اے صحابہ! میں اپنے نفس کے لئے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں۔ یعنی جو اختیار و قدرت مجھے حاصل ہے اس کا میں خود سے مالک نہیں۔ میں اس کا مالک ہوں جو میرا خدا چاہتا ہے۔

اللہ تعالٰی نے بھی قرآن پاک میں اسی نقطہ کو بیان فرمایا ہے اور گستاخوں کی طرح مطلقاً اختیار و تصرف اور ملک کی نفی نہیں فرمائی بلکہ اسی آیت میں بھی الا ماشاء اللہ میں آپ کو عطا کردہ اختیار و قدرت اور تصرف کا بیان ہے۔

میں اس کا مالک ہوں جو میرا خدا چاہے۔ میں اس کا مختار ہوں جو میرا خدا چاہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی شان میں بک بک کرنے والے اسی آیت کو پڑھ کر آپ نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کو بتوں کے ساتھ ملانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ پورے قرآن مجید میں جہاں بتوں کے نفع ونقصان پہنچانے کی نفی کی گئی ہے وہاں اِلَّا مَاشَاءَاللّٰہ کے الفاظ دکھائیں۔ بتوں کے لئے مطلقاً نفی ہے اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ ہیں جنہوں نے ذاتی کی نفی مار کر اِلَّا مَاشَاءَاللّٰہ سے عطائی کا ثبوت فرما دیا۔ دیکھیں کتنا واضح فرق ہے۔

اگر اِلَّا کے بعد والے الفاظ نہیں پڑھیں گے تو لا الہ میں بھی تو صرف الہ کی نفی ہے اثبات تو اِلَّا سے ہو گا۔ اِلَّا کے اندر اتنا بڑا اثبات ہے کہ جس اثبات کے نزدیک پھر کوئی نفی نہیں جا سکتی۔ ایسے ہی سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لا املک میں ہر ملک کی نفی فرما دی مگر اِلَّا مَاشَاءَاللّٰہ میں جس ملک کا ثبوت فرمایا وہ ایسا ملک ہے

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

جو شخص یہ آیت پڑھتا ہے کہ حضور ﷺ اپنے کسی نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں تو میں یہی کہوں گا کہ اگر اس میں تھوڑی سی بھی غیرت ایمانی ہو تو کاش اپنے ضمیر سے پوچھے کہ میں نماز پڑھ سکتا ہوں کہ نہیں۔ وہ کہے گا کہ پڑھ سکتا ہوں تو اس کے خیال کے مطابق اس کی نماز اسے فائدہ دے گی یا نہیں دے گی؟ ہمارے خیال کے مطابق تو سرکار کی عزت و

شان گھٹانے والے کو کوئی فائدہ نہیں دے گی لیکن اس کے خیال کے مطابق فائدہ دے تو کیا اس نے معاذ اللہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو اپنے سے بھی ادنی سمجھ لیا ہے کہ تو تو اپنے آپ کو فائدہ پہنچا سکے اور اللہ کے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کوئی فائدہ نہ پہنچا سکیں۔ یہی مطلب تم اس آیت سے نکال رہے ہو کہ

لَآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا میں اپنے نفس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا

اپنے مؤقف میں اس آیت کو پیش کرنے کا مطلب یہی ہے کہ معاذ اللہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام بت اور طاغوت کی طرح ہیں کہ اپنے آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے ہیں۔ اے بدتمیز گستاخ انسان! تو تو اپنے آپ کو فائدہ پہنچائے لیکن وہ رسولوں کے امام کیوں فائدہ نہیں پہنچا سکتے؟

ان لوگوں نے تو کبھی یہ سوچا ہی نہیں کہ یہ کتنی بڑی جسارت کر رہے ہیں۔ اس آیت میں تو واضح فرما دیا گیا ہے کہ میں ذاتی طور پر تو تنکے کا بھی مالک نہیں ہوں لیکن جو خدا چاہے اس کا مالک ضرور ہوں۔ اس میں عاجزی بھی ہے اور حقیقت بھی ہے۔

فرمایا: میں اگر کسی کو جنتی ہونے کا پروانہ عطا کرتا ہوں تو اللہ کی عطا سے عطا کرتا ہوں۔

نفع دینے کی وضاحت کے لئے بخاری شریف ج 1 ص 179 پر جو نبی کریم ﷺ کی حدیث شریف ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عقبیٰ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

خَرَجَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَوْمًا فَصَلّٰی عَلٰی اُحُدٍ صَلَاتَہٗ عَلٰی الْمَیِّتِ

آپ احد کے شہیدوں کے مزارات پر تشریف لے گئے آپ نے وہاں ایسی نماز ان پر پڑھی جیسی کہ میت پر پڑھی جاتی ہے

ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَی الْمِنْبَرِ — پھر آپ منبر پر بیٹھے

اور ممبر شریف پر بیٹھ کر حضور نبی کریم ﷺ نے تقریر فرمائی۔ آپ کا یہ خطاب بخاری شریف میں موجود ہے اور اس کا ہر ہر لفظ سنی مسلمانوں کے عقیدے کو ثابت کرنے والا ہے۔ سرکار نے ممبر پر بیٹھ کر یہ ارشاد فرمایا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے صحابی نے اس کی وضاحت اس لئے کر دی کہ کوئی بد بخت یہ نہ کہے کہ یہ خواب کی بات تھی۔ ممبر پر بیٹھ کے آپ نے کیا ارشاد فرمایا؟ فرمایا

اِنِّیْ فَرَطُکُمْ

میرے صحابہ، میری امت، میں تمہارے لئے فرط ہوں

فرط کون ہوتا ہے؟ فرط اسے کہتے ہیں کہ ابھی سارا قافلہ پیچھے ہو اور ایک پہلے چلا جائے اور جا کے ان کے رہنے کا بندوبست کر دے۔ فرمایا میں تمہارا فرط ہوں تم قیامت تک پہنچو گے، بعد میں آؤ گے۔

میری امت گھبرانا نہیں، حوض کوثر کے جام میرے ہاتھ میں ہوں گے۔ ان کا اختیار اللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے۔

میری امت! صراط مستقیم اور ترازو پر میں کھڑا ہوں گا۔

میری امت! شفاعت کا، مقام محمود کا عہدیدار میں ہوں گا۔

میری امت! میں تمہارے لئے فرط ہوں

نفع دیا یا کہ نہیں۔ نفع ان کو ہوگا جو آپ سے نفع ملنے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

پہلے فرمایا، میں تمہارا فرط ہوں

پھر فرمایا

اَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ میں تمہارا گواہ بھی ہوں

میری امت میں تمہیں دیکھ رہا ہوں گا، بعد میں عمل کرتے رہنا، نمازوں کو چھوڑنا نہیں میں تمہارا فرط بھی ہوں اور گواہ بھی ہوں۔

میں تمہارے آگے بھی ہوں اور تمہارے ساتھ بھی ہوں۔

وَاِنِّیْ وَاللهِ خدا کی قسم، خدا کی قسم

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام قسم اٹھا کر فرمارہے ہیں

وَاِنِّیْ وَاللهِ لَاَ نْظُرُ اِلٰی حَوْضِی الْاٰ نَ

خدا کی قسم، اس مسجد نبوی شریف کے ممبر پر بیٹھ کر میں اب بھی حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں

یہ وہ نگاہ ہے کہ جس کے بارے میں میرا عقیدہ ہے کہ وہ گنبد خضریٰ سے ہمیں دیکھ رہی ہے۔ یہ اس نگاہ کی شان ہی بیان کی گئی ہے کہ زمین پر بیٹھ کر جنت کے حوض کوثر کو دیکھ رہے تھے۔

انظر مضارع کا صیغہ ہے۔ اصطلاح کے مطابق جملہ اسمیہ جس کی خبر جملہ فعلیہ ہو دوام تجدد پر دلالت کرتا ہے۔

یہ کہنے کے بعد آپ نے کیا فرمایا؟

اِنِّیْ قَدْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَآئِنِ الْاَرْضِ

اللہ نے زمین کے سارے خزانوں کی چابیاں مجھے عطا فرمائی ہیں۔

یہ کسی دیوان کی مبالغہ آمیز بات نہیں ہے۔ میں شعر پڑھ کے تمہیں دلیل پیش نہیں کر رہا ہوں یہ بخاری شریف کی حدیث ہے اور کتاب اللہ کے بعد بخاری شریف کا درجہ ہے۔

یہ الفاظ سرکار کے اپنے ہیں۔ یہ صحیح سند کے ساتھ ہم تک پہنچے ہیں۔

یہ خواب کی بات نہیں، یہ بیداری کی بات ہے۔ سرکار قسم اٹھا کے فرما رہے ہیں۔

خدا کی قسم

اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ

خزائن، خزانہ کی جمع ہے۔ فرمایا کہ ایک دو خزانوں کی بات نہیں بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین کے سارے خزانوں کی چابیاں مجھے عطا فرما دی ہیں۔ ظاہر ہے خزانوں کی چابیاں جس کے پاس ہوں اور خزانے عطا فرما دیئے گئے ہوں پھر وہ کتنا نفع دے سکتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا

اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ۔

یہ فرما کر بھی سرکار نے ہماری حمایت فرما دی

فرمایا: خدا کی قسم، مجھے اپنے بعد تمہارے مشرک ہونے کا کوئی خطرہ نہیں۔

وَلٰكِنِّيْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا

فرمایا: ہاں دنیا کی محبت میں مبتلا ہو جانے کا خوف ہے۔

پیسے کی محبت آ سکتی ہے، مال و دولت کی محبت آ سکتی ہے لیکن میری امت کبھی بھی شرک تم میں نہیں آ سکتا۔ جن دلوں میں میری محبت اور میرے خدا کی محبت آ گئی ہے ان دلوں میں کبھی بھی بت کی محبت نہیں آ سکتی۔

یہ سرکار کا فرمان ہے اور کتنا عالیشان فرمان ہے۔۔

دیکھیں، سرکار نے کتنا فائدہ دیا کہ وہ لوگ جو جہنم کے گڑھوں میں گرے ہوئے تھے، سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے انہیں جنتوں کے وارث بنا دیا۔

سرکار سے انہیں کتنا بڑا فائدہ ملا کہ جس نے انہیں بھی حالت ایمان میں دیکھا وہ بھی جہنم میں نہیں جا سکتا۔ حدیث شریف میں ہے۔

لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَاٰنِيْ اَوْ رَاٰى مَنْ رَاٰنِيْ

اس شخص کو آگ نہیں چھو سکتی جس نے حالت اسلام میں مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔

(کنز العمال: 32480، جامع ترمذی 3858)

(ترمذی ابواب المناقب باب ما جاء فِيْ فَضْلِ مَنْ رَاٰى النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَصَحِبَهٗ)

اب آیت کے دوسرے حصے کی طرف آیئے

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ

اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں بہت خیر اکٹھی کر لیتا

یہاں سے جو غیب کی نفی مطلقاً ثابت کرے۔ وقت کے اختصار کے پیش

نظر میں آپ کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ اس آیت میں سرکار علیہ الصلوۃ والسلام ارشاد فرما رہے ہیں

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ اگر میں غیب جانتا ہوتا

دیکھنا تو یہ چاہیے کہ سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے کس سن میں، کس تاریخ میں، کس موقع پر یہ اظہار فرمایا تھا تاکہ صحیح مفہوم واضح ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔

(پ 4 سورۃ آل عمران آیت نمبر 179)

اب دیکھیں، ایک آیت کو سامنے رکھ کے شرابی شراب کی طرف جا رہا تھا اور دلیل قرآن مجید سے دے رہا تھا۔ ایک آیت کو سامنے رکھ کر بے عمل بے عملی کی طرف جا رہا تھا اور دلیل قرآن مجید سے دے رہا تھا اور خوارج ایک آیت کو سامنے رکھ کے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کفر کا فتویٰ لگا رہے تھے اور قرآن مجید کی ایک آیت کو سامنے رکھ کر لوگ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی سے روک رہے تھے، حرام قرار دے رہے تھے۔ اب یہاں ایسے ہی ایک آیت کو سامنے رکھ کے اللہ کے محبوب علیہ الصلوۃ والسلام کے علم کا انکار کیا جا رہا ہے۔ ان آیات کا صحیح مفہوم وہی ہے جو دوسری قرآنی آیات کو سامنے رکھ کے کیا گیا۔ کاش کہ یہ لوگ غور و فکر

کریں تو ان پر واضح ہوگا کہ یہ حکم اس وقت تھا جب اللہ تعالیٰ نے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مطلع نہیں فرمایا تھا۔ جب مطلع فرمادیا تو پھر تو غیب کا علم عطا ہوگیا۔ اس کی دلیل کیا ہے؟ بھائیو! اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ   اگر میں غیب جانتا ہوتا

نویں پارے میں سورہ اعراف میں ہے، سورہ اعراف مکی سورت ہے اور دوسری آیت جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے غیب کا اثبات فرمارہا ہے وہ سورہ آل عمران میں ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے

سورہ آل عمران مدنی سورت ہے یعنی ہجرت کے بعد کی ہے خواہ یہ کسی مقام پر نازل ہوئی۔ اس آیت نے آکے سرکار کے علم کے جھنڈے لہرا دیئے۔ ان کو اس آیت کے پڑھنے کی توفیق ہی نہیں ملتی۔

قرآن مجید کا اسلوب اس بات کو ثابت کررہا ہے کہ پہلا ارشاد اس وقت کا تھا جب تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیب کے خزانے عطا نہیں فرمائے تھے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ

رُسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ۔
اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے

تو ہر صحابی اور تابعی کا عقیدہ تھا اور آج تک کے مسلمانوں کا بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سرکار کو علم غیب عطا فرمایا ہے۔

میں نے بطور مثال آپ کے سامنے یہ چند آیات رکھی ہیں۔ پچھلے سال کی تقریر میں بھی اس طرح کا مواد تھا اور آخر میں خلاصہ موجود ہے۔

میری یہ تقریریں دنیا کا کوئی چاہے کتنا بڑا نقاد کیوں نہ ہو، جارح کیوں نہ ہو، کسی فرقے کا کتنا بڑا جھوٹا مبلغ کیوں نہ ہو، ان کو یہ پیش کریں اور ان سے جواب مانگیں، قرآن مجید کی دونوں قسم کی آیات آپ کے سامنے ہیں۔ ان دونوں پر غور وفکر کریں۔ ان کا سروے کریں۔ آخر میں یہی کہوں گا

؎ آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

آج ان کا نفع نہ ماننے والو! حشر کے دن تمہیں کوئی نفع نہیں پہنچے گا۔ آج وقت ہے اپنی ان بری حرکتوں سے باز آجاؤ، قرآن مجید برہان رشید کے مفہوم کو مت تبدیل کرو تاکہ قرآن مجید جو کہ کتاب ہدایت ہے اس سے صحیح ہدایت سب کو مل سکے۔

علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

پی ایچ ڈی
بغداد یونیورسٹی

کی دیگر مطبوعات

جنت کی خوشخبری پانے والے
دس صحابہ کرام

9۔ مرکز الاویس، دربار مارکیٹ لاہور
Ph: 042-7324948
Mob: 0300-4205906